وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

صلی اللہ علیہ وسلم

رحمۃ للعالمین

اور

اسلام کا نظام عدل

مؤلفین

محمد اسلم گل

میجر (ریٹائرڈ)

محمد رفیق احمد میمن

صدر

امان جی ایجوکیشنل سوسائٹی (رجسٹرڈ)

ٹنڈو جہانیاں، حیدرآباد چھاؤنی، پاکستان

رحمۃ للعالمین ﷺ اور اسلام کا نظامِ عدل

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرودو سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمد للہ ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کے لئے جو دین (زندگی گزارنے کا طریقہ) پسند فرمایا ہے، وہ اسلام ہے۔ اسلام کا بنیادی مقصد دُنیا میں امن قائم کرنا اور انسانیت کو فلاح ونجات کا راستہ دکھانا ہے۔ اسلام میں حاکمیت، جسے آج کی زبان میں اقتدارِ اعلیٰ **(Sovereignty)** کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ہے اور قانون ساز بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے، جس کی نظروں میں بادشاہ وفقیر، امیر وغریب، آقا وغلام سب برابر ہیں۔ لہٰذا شرعی قانون سب پر ایک ہی جیسا لاگو ہے اور اسلام میں یہی وہ صفت ہے جو اسے دوسرے تمام نظام ہائے سیاست سے ممتاز کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے تمام نظاموں میں حاکمیت یا تو کسی ایک انسان کی ہوتی ہے یا کسی ادارہ یا پارلیمنٹ کی، ایسے حاکم یا قانون ساز ادارے خود کو بہر حال قانون کی گرفت سے بچائے رکھتے ہیں۔

جمہوریت میں قانونی حاکمیت پارلیمنٹ کے پاس اور سیاسی حاکمیت عوام کے

پاس تصور کی جاتی ہے،عدلیہ محض پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہوتی ہے،اگر صدر مملکت یا وزیر اعظم یا انتظامیہ کے دیگر ارکان کو اپنے مفادات کے خلاف عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے کا خطرہ لاحق ہوتو پارلیمنٹ کے ذریعے فوراً نیا قانون بنا کر یا پہلے قانون میں ترمیم کر کے یا عدالتوں پر دباؤ ڈال کر اُسے بے بس بنا دیتے ہیں۔

اب ذرا اسلامی عدلیہ کی طرف آیئے ،عدالت کے پاس بھی وہی دستور ہے، جسے ریاست کا ایک ایک فرد جانتا ہے۔پھر اس دستور میں ترمیم و تنسیخ کا بھی کسی کو اختیار نہیں۔اس نظام میں ہر چھوٹی بڑی عدالت خلیفہ تک کو طلب کر سکتی ہے اور وہ اس بات کا پابند ہے کہ عدالت کی طلبی پر بلاچوں و چرا عدالت میں حاضر ہو، کیا دُنیا کی تاریخ میں ایسی مثال مل سکتی ہے کہ خود سربراہِ مملکت بلا جبر و کراہ اپنے آپ کو قصاص کے لئے عوام کی عدالت میں پیش کرے؟ یہ صرف اسلامی نظام کی برکات ہیں کہ رحمۃ للعالمین ،حضور اقدس ﷺ خود کو اپنے وصال سے پیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھرے مجمع میں پیش کر کے برملا یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر مجھ سے کوئی زیادتی ہوگئی ہوتو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔

اسلامی شریعت میں جن جرائم کی سزا قرآن حکیم اور سنّت نبوی ﷺ میں بیان کی گئی ہے، ان جرائم کو "حدود اللہ" کہا جاتا ہے۔"حد" کے معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور ان سزاؤں کا نام حدود اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ ان جرائم کے مرتکب اور دوسرے لوگوں کو بھی ان جرائم کے ارتکاب سے روکتی ہیں،اس طرح فقہی اصطلاح میں حدود وہ مقرر سزائیں ہیں جو بطور حق الٰہی واجب ہیں،پھر حدود نا قابل معافی اور نا قابل مصالحت جرم ہے جو تمام لوگوں پر یکساں نافذ ہوں گی۔(بحوالہ: کتاب الحدود)

فرد کی اصلاح کے علاوہ حدود شریعہ کو نافذ کرنے کا مقصد نظام تمدن کے فساد کو روکنا ،مظلوم کی حمایت ،امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا اور سماج دُشمن

عناصر کے دل میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا بھی ہے، جن کے باعث اللہ تعالٰی کی زمین میں فساد پھیلتا ہے اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حدود و تعزیرات کے فلسفے پر گفتگو فرماتے ہوئے اپنی مشہور کتاب "**حجۃُ اللہ البالغہ**" میں تحریر فرمایا ہے:

"بعض جرائم کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے، یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے، نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا ہے اور معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ بار بار ان کا ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے اور پھر اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے، اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری زندگی معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامانِ عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرأت کریں، اس کی ایک واضح مثال زنا ہے۔ زنا کا محرک صنفی خواہش کا غلبہ ہے، عورتوں کے حسن و جمال سے اس جذبے کو تقویت ملتی ہے اور یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے عورت کے اہل خاندان کو سخت رُسوائی اُٹھانی پڑتی ہے اور اس کی وجہ سے کشت و خون ہوتا ہے، چونکہ اکثر یہ فعل فریقین کی رضا مندی سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس کا محل ارتکاب عموماً کوئی پوشیدہ جگہ ہوتی ہے، اس لئے اگر اس کی سزا عبرت ناک نہ رکھی جاتی تو اس برائی کے پھیل جانے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی" ۔(بحوالہ: حجۃ اللہ البالغہ)

قرآن حکیم اور رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مبارک تعلیمات کی رُو سے،

انسانیت کے جان، مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کا انتظام، جو اسلام نے کیا ہے، وہ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ نے جو احکام دیئے ہیں وہ نمونہ کے طور پر اختصار کے ساتھ تحریر کیے جاتے ہیں۔

☆ جان کی حفاظت

قتل کو شدید ترین اور ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

(المائدة: ۳۲)

ترجمہ: جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں، پس اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا۔

قصاص کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرة: ۱۷۹)

ترجمہ: اور اے اہل عقل! (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے (ہم امید کرتے ہیں کہ) تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی کرنے سے) پرہیز رکھو گے۔

قصاص محض قتل میں نہیں، بلکہ اعضاء وجوارح میں بھی قصاص ہے، جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

- مسلمان کے قتل عمد کی سزا قصاص کے علاوہ ابدی جہنم ہے، اللہ کا غضب اور لعنت مستزاد ہیں۔
- مسلمان کے قتل بالخطا کی سزا ایک غلام آزاد کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون

بہا دینا ہے۔

- مقتول اگر مسائد قوم سے تعلق رکھتا ہے تو غلام آزاد کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا ہے اور اگر دُشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو غلام آزاد کرنا ہے۔
- نوزائیدہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو بھی قتل ہی قرار دیا گیا۔
- قتل کی ہلکی سے ہلکی سزا یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو یہ ان کی مہربانی ہے، دیت کی مقدار سو اونٹ ہے جو دورِ جاہلیت میں مروج تھی، شریعت نے اسے ہی بحال رکھا ہے۔

(بحوالہ: کتاب الحدود)

☆ مال کی حفاظت

- چوری کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔
- رہزن کے لئے چار سزائیں ہیں۔

(1) قتل

(2) سولی

(3) آمنے سامنے کے ہاتھ پاؤں کاٹنا

(4) جلاوطنی

- باطل کے تمام طریقوں سے ایک دوسرے کا مال لینا حرام قرار دیا گیا ہے اور صرف فریقین کی باہمی رضامندی کی تجارت کو حلال کیا گیا، ان باطل طریقوں میں سود، دھوکے کی بیع، اندھے سودے، رشوت، حرام چیزوں کی فروخت سب کچھ آجاتا ہے۔

(بحوالہ: کتاب الحدود)

☆ آبرو کی حفاظت

- آبروریزی یعنی زنا کی مد غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑے مقرر ہے اور شادی شدہ کے لئے رجم (سنگسار) ہے۔
- تہمت لگانے کی سزا 80 درّے اور توبہ سے قبل قانون کی گواہی نا مقبول ہے۔
- شراب نوشی کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق 40 کوڑے یا 80 درّے ہے۔

(بحوالہ: کتاب الحدود)

جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے متعلق رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے مبارک ارشادات ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

(1) ہر مسلمان پر کسی بھی مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت (بے عزتی کرنا) حرام ہے۔ (صحیح بخاری)

(2) مسلمان پر لعنت کرنا، اس کو قتل کرنے کی مانند ہے۔ (صحیح مسلم)

(3) کسی شخص کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (صحیح مسلم)

(4) مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری)

(5) کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے بھی اشارہ نہ کرے۔ (صحیح بخاری)

(6) جس شخص نے ہم پر ہتھیار اُٹھایا، وہ ہم سے نہیں۔ (صحیح مسلم)

(7) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے۔ (صحیح مسلم)

(8) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ (صحیح بخاری)

(9) وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔

(بخاری شریف)

(10) وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے مگر اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔ (بیہقی)

فاطمہ (قریشیہ) نے چوری کی تو اہل قبیلہ نے ہاتھ کٹنے کی بدنامی کے ڈر سے سفارش کی راہیں تلاش کرنا شروع کیں، بالآخر آپ ﷺ کے محبوب غلام حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہٗ کو اس مقصد کے لئے وسیلہ بنایا گیا، جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہٗ نے سفارش کی تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا!

"تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ وہ کمزور کو تو سزا دیتے، مگر معزز کو چھوڑ دیتے تھے، اُس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔

(صحیح بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ کو جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے سلسلہ میں انہیں جو ہدایت فرمائی وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا!

مظلوم کی بدعا سے بچنا کیونکہ اس کی بددعا
اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

(متفق علیہ)

غور فرمایئے! جہاں عدل وانصاف کی سطح اتنی بلند ہو، وہاں بدامنی رہ سکتی ہے؟ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر آج معاشرہ پھر سے امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔